پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض

اشرف جہانگیر سمنانی رح

حیاتؒ، تالیفات اور خدمات

سید محمد اشرف 'جہانگیر' سمنانی، ان دانشمند صوفیہ میں سے تھے جو آٹھویں صدی ہجری میں اپنے موطن و مولد کو ترک کرکے عالم اسلام کے سفر کو نکلے، اور آخر کار برصغیر پاکستان و ہند آئے، اور یہاں کے کئی مقامات پر ارشاد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ ان کے ہم عصر بزرگوں میں میر سید علی ہمدانی، شاہ ہمدان (م ۷۸۶ ہجری) اور سید جلال الدین بخاریؒ اُچی، مخدوم جہانیاں جہاں گشت (م ۷۸۷ ہجری) کی خدمات بھی اسی نوعیت کی تھیں۔ سید اشرف فارسی کے شاعر اور مصنف بھی تھے اور ان کی بعض تالیفات ہنوز موجود ہیں۔

سید اشرف کی تاریخ ولادت معلوم نہیں، مگر قرائن بتاتے ہیں کہ وہ ۷۱۵ ہجری کے لگ بھگ پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام سید محمد ابراہیم تھا اور والدہ سیدہ خدیجہ کہلاتی تھیں۔ ان کی ولادت ایران کے معروف قصبے "سمنان" میں ہوئی، جہاں ان کے والد کا مزار حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی (م ۷۳۶ ہجری) کے مرقد سے متصل بتایا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا کافی موروثی مال و متاع تھا، اور والد سمنان کے حاکم تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے

والد سے حاصل کی - سات قرائتوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا اور معقول و منقول علوم سیکھے ان کے اساتذہ اور مُربّیین میں شیخ علاؤالدولہ سمنانی اور شیخ عبدالرزاق کاشانی (م ۷۳۶ ہجری) کے نام ممتاز ہیں- شیخ علاؤالدولہ اور شیخ عبدالرزاق مختلف الاذواق بزرگ تھے - موخرالذکر وحدۃ الوجود کے مؤید بلکہ شارح تھے، چنانچہ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (م ۴۸۱ ہجری) کی "منازل السائرین" کی شرح انھوں نے شیخ اکبر ابن العربی (م ۶۳۸ ہجری) کے نظریۂ وحدۃ وجود کے مطابق لکھی ہے - مگر مقدم الذکر اس نظریہ کے سخت خلاف تھے اور ایک قسم کے وحدت الشہود کے قائل تھے، جس کی ترقی یافتہ شکل حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ ہجری) کی تصانیف میں ملتی ہے - ان دونوں شیوخ کے اختلافی بیان اور مکتوب کئی کتابوں میں منقول ملتے ہیں[۵۱]- سید اشرف نے بھی اس امر پر روشنی ڈالی ہے[۵۲] مگر ان شیوخ کے اختلافات سے قطع نظر انھوں نے دونوں سے استفادہ کیا- چنانچہ شیخ عبدالرزاق سے انھوں نے ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم بھی پڑھی - ان کی بیعت البتہ کبروی سہروردی سلسلے میں شیخ علاؤالدولہ سے تھی-

اشرف ابھی پندرہ برس کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور حکومتِ سمنان کی ذمہ داریاں انھیں تفویض ہوئیں، مگر انھوں نے یہ کام اپنے برادر خورد کے سپرد کیا اور خود سیر وسلوک کے مراحل طے کرتے رہے - کوئی دس برس بعد جب ان کا سن ۲۵ سال تھا، ایک غیبی اشارے کے بموجب، وہ روحانی سیاحت کی خاطر، سمنان سے نکل پڑے اس کام کے لیے انھوں نے اپنی والدہ سے اجازت حاصل کی تھی، اس وقت انھیں میر سید علی ہمدانی کی معیت بھی حاصل تھی اور دونوں نے سنہ ۷۷۴ھ میں کشمیر میں گزر کیا تھا[۵۳]

---

۵۱ دیکھیے نفحات الانس من حضرات القدس از جامی اور روضات الجنان و جنان الجنات از ابن الکربلائی (جلد ۲ مطبوعہ تہران) میں دونوں مشائخ کا ذکر

۵۲ لطائف اشرفی (جلد اول، لطیفہ ہشتم)

۵۳ رسالہ منقبۃ الجواہر یا مستورات از حیدر بدخشی، مخطوطہ کتب خانہ مرکزی تہران یونیورسٹی

اس وقت آپ نے کئی نواحی علاقوں کی سیر کی اور ایران لوٹ آئے۔

چند سال بعد آپ برصغیر میں دوبارہ تشریف لائے اور اُچ (بہاولپور) میں تین دن تک حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت کے مہمان رہے۔ جناب مخدوم نے آپ کو خرقۂ تبرک عطا کیا اور تلقین کی کہ بنگال کا جو سفر ان کے پیشِ نظر ہے اس کی تکمیل کریں۔ چنانچہ آپ بنگال گئے اور شیخ اخی سراج (م ۷۵۸ ہجری) کے خلیفہ شیخ علاؤالدین پنڈوی (م ۷۵۶ ہجری) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ علاء الحق والدین سے ملاقات کے وقت کہتے ہیں، آپ نے مندرجہ ذیل اشعار فی البدیہہ کہے تھے ؎

بار جنابِ دولت برسر نہادہ ایم
رختِ وجود برسرایں در گشادہ ایم

ظلماتِ راہ گرچہ بریدیم عاقبت
تشنہ برآب چشمۂ حیوان فشادہ ایم

برشاہراہِ فقر نہادیم رُخ، دلی
برعرصۂ حریم چو فرزین پیادہ ایم

سر بر حریم حضرت عالی نہادہ، رو
برروئے توگشادہ وبر در ستادہ ایم

ای بر حریم عرش جناب تو، ما ز سر
پا بر نہادہ ایم، چہ برتر نہادہ ایم

دارم امید مقصد عالی ز درگہت
چون در دیار غربت ازین ہم زیادہ ایم

اشرف مسِ وجود خود آورد، بہر زر
از دولت حکیم بہ اکبر دادہ ایم

شیخ پنڈوی، جناب اشرف کی آمد کے منتظر تھے اور انھوں نے اس سیدزادہ کی چار برس تک خوب تربیت کی۔ اس کے بعد آپ نے انھیں مامور کیا کہ جونپور اور اس

کے نواح میں تبلیغ وہدایت کا کام انجام دینے جائیں - یہ غالباً ۷۸۲ھ کا واقعہ ہے کیونکہ اس سال مخدوم شیخ احمد یحیی منیری نے وفات پائی ، اور ان کی وصیت کے مطابق ، سید اشرف نے بہار سے گزرتے ہوئے ، ان کی نماز جنازہ پڑھی[1] وہاں سے آپ اعظم گڑھ اور ظفر آباد سے گزرتے ہوئے جون پور آگئے -

آپ نے کچھ عرصہ جون پور میں ارشاد وہدایت کا کام انجام دیا اور پھر ایران وعرب ممالک کی سیاحت پر روانہ ہوئے - اس دوران آپ نے امیر تیمور سے ملاقات کی اور کئی علاقوں میں تبلیغ فرمائی ، جس کے نتیجے میں متعدد افراد نے دین اسلام قبول کر لیا - نظام یمنی آپ کے معروف مرید تھے جو تیس سال کے قریب آپ کی خدمت میں رہے ، بظاہر اس سفر میں وہ اور عبدالرزاق نورالعین ان سے ملے اور ہند آگئے - شیخ ابوالوفاء خوارزمی (م ۸۳۵ھ) کا بھی یہی حال نظر آتا ہے -

سید اشرف کا یہ سفر بظاہر خاصا طویل رہا اور وہ ۷۹۱ھ یا اس کے کچھ بعد جونپور لوٹے - چند سال یہاں قیام فرماکر تقریباً ۸۰۴ھ میں آپ رسول پور کچھوچھا (ضلع فیض آباد، اگرچہ دو صدیاں پہلے یہ جون پور کا حصہ تھا) آگئے اور پھر اپنی وفات تک (بظاہر ۸۳۰ھ) آپ وہیں رہے ، آپ کا مزار اسی مقام پر ہے -

بانفوذ شخصیت

سید اشرف ایسی بانفوذ شخصیت رکھتے تھے کہ بادشاہ اور امیر انھیں بلا بھیجتے ، ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے مشوروں کے مطابق عمل کرتے تھے - انھوں نے لکھا بھی ہے کہ بادشاہ عادل ہو یا غیر عادل ، اس سے ملاقات کرنا ضروری ہے - ان کے نزدیک

---

[1] وصیت نامہ شیخ شرف الدین منیری (مطبوعہ پٹنہ)

[2] عام طور پر سید اشرف کا سال وفات ۸۰۸ھ لکھا ہوا ملتا ہے جو کسی طرح بھی درست نہیں ، ۸۲۹ھ تک ان کی سرگرمیوں کی طرف اشارے ملتے ہیں ، اس لیے ان کا وصال اس سال یا کچھ بعد ہوا ہوگا - دیکھیے اسلامک کلچر (سہ ماہی انگریزی مجلہ) حیدرآباد دکن ، اپریل ۱۹۵۸ء -

صوفیہ و عرفا کا حکام سے ملاقات سے احتراز، ایک طرح کی تقوٰی نمائی اور خود ستائی ہے، اس کے نتیجے میں مخلوقِ خدا کی بھلائی کی بات حکام تک پہنچتی ہی نہیں[۵۱] عادل حاکم سے ملاقات ایک سعادت ہے جب کہ غیر عادل کو پیغامِ عدل و انصاف علیٰ وجہ البصیرت سنایا جاسکتا ہے۔

جناب اشرف کے عصر میں بنگال اور جونپور وغیرہ میں مسلمانوں کو اقتدار مل چکا تھا۔ بنگال کو سلطان قطب الدین ایبک نے اپنا باج گزار بنایا تھا۔ اس وقت سے ۷۵۰ھ تک یہ علاقہ تاجِ دہلی کے ماتحت رہا اور مذکورہ سال میں خود مختار ہوگیا۔ گجرات اور مالوہ میں بھی مسلمان حاکم تھے، گجرات میں ۷۹۳ھ سے مظفر شاہ (ظفر خان) کی حکومت تھی۔ مالوہ میں ۸۰۱ھ سے ہوشنگ خان غوری بادشاہ ہوا جو حضرت اشرف کا ارادت مند تھا اور ہر معاملے میں ان سے مشورے کا طالب۔ جون پور میں اس وقت "شرقی حکومت" تھی، اسے ملک سرور نے قائم کیا تھا۔ اس کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے۔ یہ دونوں (مبارک شاہ اور سلطان ابراہیم) سید اشرف کے معاصر اور ان کے مرید تھے۔

معاصر سلاطین کے نام سید اشرف کے مکتوبات ہیں بھی ملتے ہیں۔ انھوں نے سلاطین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے امور کی طرف بار بار توجہ دلائی اور رفاہِ عامہ کے کاموں کو انجام دینے کی تلقین فرماتے رہے۔

ایک قابلِ ذکر واقعہ یہ ہے کہ سید اشرف اور ان کے پیر کے فرزند شیخ نور قطب عالم پنڈوی (م تقریباً ۸۱۸ھ) نے حاکم جون پور سلطان ابراہیم شرقی کو بنگال پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ ہوا یہ کہ بنگال پر ۸۱۷ھ میں ایک ہندو کنش نامی نے قبضہ جمالیا۔ اور مسلمانوں پر ظلم ڈھائے جانے لگے۔ ان حالات میں سید اشرف نے شیخ نور قطب عالم کے مشورے سے سلطان ابراہیم شرقی (۸۰۳ھ-۸۴۴ھ) کو دعوت دی کہ وہ بنگال پر

---

۵۱ لطائف اشرفی (لطیفہ ۲۴)

حملہ کرکے مسلمانوں کو ایک غاصب[۱] حقوق سے نجات دلائے۔ مگر پیشتر اس کے کہ یہ حملہ عملی ہوتا، ۸۰۲ھ میں حالات نے پلٹا کھایا اور بنگال کی حکومت مسلمانوں کو مل گئی۔ سید اشرف کے سلاطین کے نام مکاتیب کے محتویات کا ذکر آگے آئے گا۔

معاصرین کے ساتھ روابط

مشاہیر شعراء، ادباء، علماء اور صوفیہ کی موجودگی کے لحاظ سے اشرف جہانگیر کا عصر بے حد اہم ہے۔ سید اشرف کی اکثر ارباب کمال سے ملاقاتیں رہی ہیں۔ مشاہیر کی ایک دوسرے کے بارے میں آراء اور ان کے ایک دوسرے کے بارے میں انعکاسات چونکہ قابلِ توجہ ہوتے ہیں، اس لیے ہم سید اشرف کے بیانات کی روشنی میں ان کے بعض معاصرین کا ذکر کرتے ہیں۔ البتہ، اس ضمن میں ان کے مرشدین علاؤالدولہ سمنانی اور عبدالرزاق کاشانی کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

عبداللہ یافعی، عفیف الدین (م ۷۶۸ھ)

آپ یمن کے ایک عالم اور عارف تھے۔ اشرف سمنانی سیر و سیاحت کے دوران ان سے ملے اور کچھ عرصہ ان کے ہاں رہے تھے۔ انھوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) کی عوارف المعارف مع توضیحات ان سے پڑھی تھی۔ لطائف اشرفی کے لطیفہ دوم میں ان کا ذکر یوں ملتا ہے۔

"شیخِ عامل، عالمِ ربانی، باذل نافع صمدانی امام عبداللہ یافعی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ"

الاعلام میں (حرف عین میں) ان کی دو تصانیف کے نام ملتے ہیں:-

(۱) المحاسن الغالیۃ فی فضائل المشائخ الصوفیۃ واصحاب المقامات العالیۃ

(۲) اسنی المفاخر فی مناقب شیخ عبدالقادر الجیلانی۔

---

[۱] تذکرہ صوفیائے بنگال از اعجاز الحق قدوسی اور گلشن ابراہیمی (تاریخ فرشتہ) مقالہ بنگالہ۔

[۲]

سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت

سید اشرف کی ان کے ہاں آمد کا ذکر گزر چکا۔ موصوف کا تعلق بخارا سے تھا مگر سیر و سیاحت کے بعد اُچ (بہاولپور) میں مقیم ہوگئے اور یہیں انتقال فرمایا۔ آپ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی (م ۷۵۷ھ) کے خلفائے کبار میں سے تھے اور ان کی متعدد تصانیف بھی ہیں[۵۱]

اشرف جہانگیر ان کے ہاں دو بار گئے اور استفادہ کیا۔ لطائف اشرفی (لطیفہ ۱۵) میں ان کے مناقب درج ہیں۔

میر سید علی ہمدانی

ان کے القاب شاہ ہمدان اور علی ثانی ہیں۔ ہمدان، روسی تاجیکستان، کشمیر اور اس کے نواح میں ان کی اصلاحی اور تبلیغی سرگرمیاں معروف ہیں[۵۲] وہ شاعر اور عربی و فارسی میں سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی کتاب ذخیرۃ الملوک سیاست کے اخلاقی پہلو پر آج بھی ایک عمدہ ماخذ مانی جاتی ہے[۵۳]

اشرف جہانگیر نے ان کی معیت میں کافی وقت گزارا اور کئی مقامات کی سیاحت کی۔ ایک سفر کی طرف اوپر اشارہ ہو چکا۔ ایک دوسرے سفر میں دونوں نے ایک ساتھ حج کیا۔ شیخ عبدالرزاق کاشانی اور عبداللہ یافعی سے بالترتیب کاشان اور یمن میں دونوں نے ایک ساتھ ملاقاتیں کیں۔ بخارا کی ایک خانقاہ میں بھی دونوں ساتھ تھے۔

لطائف اشرفی کے مختلف لطائف (مثلاً لطیفہ ۲، ۴، ۵، ۱۵، ۱۶، ۱۷ اور ۵۶) میں ان کے مناقب، حالات اور سید اشرف کے ساتھ روابط کی کیفیت ملتی ہے۔

---

۵۱ دیکھیے کتاب "مخدوم جہانیاں جہانگشت" مؤلفہ محمد ایوب قادری

۵۲ ملاحظہ ہو ماہنامہ فکر و نظر دسمبر ۱۹۷۳ء میں میرا مقالہ

۵۳ دیکھیں میرے کتابچے "میر سید علی ہمدانی، شاہ ہمدان" (سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۴ء) میں اس کتاب کی تلخیص۔

خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند بخارائی (م ۷۹۱ھ)

لطیفہ ۹، ۱۲ اور ۱۵ میں ان کے حالات اور بعض مسائل مثلاً ذکر خفی وجلی، آداب خلوت اور سماع وغیرہ کے بارے میں ان کے خیالات ملتے ہیں :-

"بنای طریقت شما برچیست ؟ فرمودند، خلوت در انجمن،
ظاہر بخلق و باطن بحق ؎

دل وجانم بتو مشغول ونظر درچپ وراست
تا ندانند حریفان کہ تو منظور منی [۱]"

خواجہ نقشبند، شیخ محمد سماسی اور میر سید کلال کے مُرید اور بڑی باکمال ہستی تھے۔

خواجہ محمد حافظ شیرازی (م ۷۹۱ھ)

اشرف جہانگیر کی اکثر تحریروں اور بیانوں میں خواجہ حافظ کے اشعار منقول ملتے ہیں۔ (میر سید علی ہمدانی نے مرادات دیوان حافظ[۲] نام کا رسالہ بھی لکھا ہے) آپ خواجہ سے ملتے بھی رہے ہیں۔ لطیفہ ۱۴ میں ہے کہ ایک بار آپ خواجہ کے مہمان رہے اور خوب خاطر مدارات ہوئی۔ ان کے نزدیک خواجہ حافظ، اولیسی مسلک کے درویش تھے۔ یہاں خواجہ کی بلند مرتبہ شاعری اور ان کی لسان الغیبی کی تعریف کے ساتھ یہ جملہ ملتا ہے :-

"خواجہ حافظ شیرازی یکے از مجذوبانِ درگاہِ عالی ومحبوبانِ
بارگاہِ متعالی است۔ وباین فقیر نیازمندی داشت" ؎

حافظ از معتقدان است گرامی داریش
زانکہ بخشایش بس روح مکرم با اوست

خواجہ محمد پارسا بخارائی (۷۵۶ھ، ۸۲۲ھ)

خواجہ محمد نقشبند مذکور کے خلیفہ اور

---

[۱] شعر از شیخ سعدی (گلستان)

[۲] مخطوطہ کتب خانہ انگلیس (برٹش میوزیم) میں ہے اور راقم الحروف نے نقل حاصل کر رکھی ہے۔

بڑے مصنف تھے ۔ فصل الخطاب لوصل الاحباب ان کی ایک معروف تالیف ہے۔ لطائف اشرفی (لطیفہ) کی تصریح کے مطابق سید اشرف اور ان کے درمیان ملاقات رہی ہے۔

سید محمد گیسو دراز (۷۲۱ھ ۔ ۸۲۵ھ)

حضرت نصیر الدین محمود کے خلیفہ تھے جو ۸۰۲ھ کے لگ بھگ دہلی سے حیدرآباد دکن منتقل ہوگئے۔ وہاں بہمنی خاندان کے سلطان فیروز شاہ نے ان کی پذیرائی کی اور ان سے اظہار ارادت کیا۔ اس سلطان کے التماس پر آپ گلبرگہ چلے گئے اور پھر وہیں کے ہو رہے آپ ایک بڑے مصنف بھی ہیں۔ سید اشرف گلبرگہ گئے اور مہینوں تک اُن کی درگاہ میں مہمان رہے۔ دسویں لطیفے میں ان کے قیام کی مدت چار ماہ لکھی ہوئی ملتی ہے۔ گلبرگہ کی تعریف میں سید اشرف نے کہا ہے ؎

ندیدم تہ سبز گون برگہ
بہ گلزار عالم چو گلبرگہ

شیخ ابوالوفاء کبروی خوارزمی

صوفی صافی اور شاعر تھے۔ سید اشرف ان سے ترکستان میں ملے ۔ اور بظاہر ان کے ساتھ وہ برصغیر میں بھی وارد ہوئے اور پھر وطن لوٹ گئے تھے۔ وہ اچھے رُباعی گو تھے اور لطائفِ اشرفی میں ان کی مندرجہ ذیل رباعی کی توصیف ملتی ہے ؎

بدکردن و اعتذار بدتر زگناہ
چون ہست درین عذر سہ دعویٰ تباہ
دعوی وجود و قدرت و دعویٰ فعل
لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ!

اشرف جہانگیر نے اس رُباعی کے بارے میں کہا ہے کہ "صد ہزار آفرین"

سیّد اشرف نے شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی (م ۸۳۴ھ) سے بھی ملاقات کی تھی۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۸۴۸ھ) بھی آپ کے دوست اور قدر شناس تھے۔

تصانیف

سید اشرف جہانگیر سے بیس سے زیادہ عربی اور فارسی تصانیف منسوب ہیں، مگر اب ان کی نصف سے زیادہ تصانیف کے صرف نام ملتے ہیں۔ موجود کتابوں میں ارشاد الاخوان، تنبیہ الاخوان، اشرف الفوائد، فوائد الاشرف، اشرف الانساب، مکتوبات اور ملفوظات (لطائفِ اشرفی) قابل ذکر ہیں۔ یہ کتابیں چھپتی رہی ہیں اور مخطوطات کی شکل میں بھی موجود ہیں۔ مکتوباتِ اشرفی کی تین جلد بتائی جاتی ہیں، مگر اب صرف ایک جلد (مرتبہ نورالعین) دستیاب ہے۔ حقیقت میں یہی جلد اور لطائف اشرفی نیز ان کے اخلاقی اشعار قابلِ توجہ ہیں۔

جناب اشرف کی تمام تحریروں میں ان کے اپنے اور دوسرے فارسی شعراء کے اشعار منقول ملتے ہیں۔ ان کا کوئی جداگانہ شعری مجموعہ تو موجود نہیں مگر مثنوی اور غزل کے نمونے ان کی دیگر تصنیفات میں مل جاتے ہیں۔ ان کے اشعار سادہ اور دل آویز ہیں۔ چند نمونے نقل کیے دیتے ہیں ؎

کسی کو طالبِ دیدار باشد ۔۔۔ شب و روز از پی این کار باشد
نباشد خالی یک دم از خیالش ۔۔۔ وگر در خواب، وگر بیدار باشد
بدست او نخورد آب و طعامی ۔۔۔ بپایش در رہِ رفتار باشد
بچشم او بیند ہر جمالی ۔۔۔ بگوشش سامعِ گفتار باشد

نجنبد گاہی اشرف بی ارادہ
کہ ہرگز دور بی دوّار باشد

ہر کرا بیدار باید کرد بخت ۔۔۔ خواب باید کرد بر چشمان حرام
از برای دیدن خواب وصول ۔۔۔ چند چیزش کرد باید التزام
روز از کارِ گران خود راسبک ۔۔۔ کردہ باید نابود در شب قیام
دیگر از بہرِ قیام شب بہ روز ۔۔۔ خالی باید کرد معدہ از طعام
ثالث از قیلولہ باید راست کرد ۔۔۔ توشۂ راہِ قیام از اہتمام

چہارم از عصیان روزانہ عنان عطف باید کرد اسپ تند گام

اشرف این دولت ز بیداری گرفت

خواب و خور برہم زدہ ز احترام

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی

محرم اسرار با جانان شوی

پای تخت و تاج سر در راہ نہ

تا سزای مملکت یزدان شوی

چیست دنیا؟ کہنہ ای ، ویرانہ ای

در رہِ آبادِ این ویران شوی

تا بکے در دام دنیا پائے بند ،

در ہوای دانہ ای پران شوی

مگر تہی پا بر سر او رنگ و جا

تارکی چون اشرف سمنان شوی

سیّد اشرف کے مکتوبات میں ارشاد و ہدایت کے علاوہ علمی و ادبی موضوعات بھی ملتے ہیں۔ ایک پُرسش کے جواب میں انھوں نے امیر خسرو کے ایک شعر کے معانی لکھے ہیں۔ ایک دُوسرے جواب میں انھوں نے چنگیز خان کے ایران پر حملے کی وجوہات بیان کی ہیں۔ بعض خطوط معاصر بادشاہوں اور امراء کے نام ہیں۔ چند مکتوبات[۵۱] میں سوانحی مطالب ملتے ہیں۔

"لطائف اشرفی" جس کا پورا نام "لطائفِ اشرفی دربیانِ طوائفِ صوفی" ہے، تصوف و عرفان، دین و ایمان اور شریعت و طریقت کے مطالب کا گنجینہ ہے اور بڑی اہم کتاب

---

۵۱ ایک مفصل مکتوب فرعون کے ایمان کی کیفیت کے بارے میں ہے، (دیکھیے ۹۰: ۱۰) مکتوباتِ اشرفی مطبوعہ مطبع اخبار الاختیار دہلی ۱۲۷۰ھ۔

ہے۔ اس کتاب میں ساٹھ لطیفے ہیں، جو دو جلدوں میں جمع شدہ ملتے ہیں۔ نصرۃ المطابع دہلی (۱۲۹۸ھ) والا جو نسخہ ہم نے دیکھا، اس کی دونوں جلدوں کے تقریباً نوسو صفحے ہیں۔ ۱۹۴۳ء میں مشیر احمد کاکوروی نے کچھوچھا سے اس کتاب کا ملخص اردو ترجمہ شائع کیا تھا۔ جس کے چھ سو صفحے ہیں۔ یہ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کا مقدمہ بظاہر خود آپ نے لکھا ہے۔ مجموعے کو آپ کے مرید نظام یمنی نے مرتب کیا ہے۔ آپ کے مکتوبات کا موجود مجموعہ آپ کے ایک دوسرے مرید سید عبدالرزاق نورالعین[1] بغدادی (م ۸۷۲ھ) نے ۸۶۹ھ میں مرتب کیا تھا۔

اشرف جہانگیر متداول علوم و فنون اور معقول و منقول کے منتہی تھے اور لطائف اشرفی ان کے تبحر علمی کا پتہ دیتی ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ نثر مرسل کا نمونہ ہے اور عام مطالب بڑے صریح اور آشکار آتے ہیں۔ کتاب کی علمی شان بھی بلند ہے اور مباحث گنجلک اور پیچیدہ ہرگز نہیں، البتہ اسے علمی روش پر ایڈٹ کرنے کی ضرورت ہے[2]۔

اشرف سمنانی کا بڑا کارنامہ، ارشاد و ہدایت ہے، انھوں نے دیگر صوفیائے کبار کی مانند، اپنی تبلیغ اور بیان کی تاثیر سے ہزاروں غیر مسلم افراد کو مسلمان کیا اور کئی گنہگاروں کی زندگی کو بدل دیا۔ ان کی کئی کرامات اور خوارق معروف ہیں، مگر یہ دلوں کی تسخیر اور سرنوشت کی تغییر کوئی معمولی کرامت نہیں۔ ان کی ہدایت پر بادشاہوں کے رفاہ عامہ کے کئی امور انجام دیئے اور اس طرح خلق خدا کی معاشی حالت کسی قدر بہتر ہوئی۔ جون پور کی جامع مسجد بھی بظاہر آپ کے مریدوں نے بنوائی اور بعض مدارس اور خانقاہیں بھی تعمیر ہوئیں۔ غرض آپ نے برصغیر پاکستان و ہند کے معاشرے میں ایک خاصا تحرک پیدا کیا۔ خالص علمی و ادبی لحاظ سے آپ کی بلند مرتبت شان مسلمہ ہے[3]۔

---

[1] کچھوچھا (فیض آباد) سے ان کے بارے میں "نورالعین" کے عنوان سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔
[2] تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند (فارسی ادب، جلد دوم) پنجاب یونیورسٹی لاہور (۱۹۷۱ء) میں دیکھیے اس کتاب پر تبصرہ۔ [3] ملاحظہ ہو اخبار الاخیار از محدث عبدالحق دہلوی، تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی اور ذکر اشرف، مولفہ سید محمد یہ اشرف (مطبوعہ کچھوچھا شریف، فیض آباد)